مولانا محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

عربی سے ترجمہ

ایسی جنّت جو جہنم میں تبدیل ہوگئی

یہ اس قسمت کی ماری سرزمین کا قصہ ہے جسے ہمارے مشرق کے اہل ہوی و ہوس اور سادہ لوح انسان جنت ارضی تصور کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کا تقاضا نہ ہوتا

ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شیئ قدرا۔

اللہ تعالیٰ اپنا کام جس طرح چاہے پورا کرکے رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کا ایک اندازہ اپنے علم میں مقرر کر رکھا ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی زمین کبھی ایسی پستی و گمراہی، شہوت پرستی اور اخلاقی زوال کے دلدل کو اپنے لئے کبھی پسند نہ کرتی۔

وہ زمین امریکہ کی زمین ہے جس کا دوسرا نام بے چینی و اضطراب، بے کلی و اکتاہٹ ہے جس کا شیوہ خود غرضی و انانیت، حرص و لالچ ہے جس کا شعار خودکشی اور خود فراموشی ہے، جنون ہے، شراب نوشی کی کثرت اور جوئے کی گرم بازاری ہے۔ وہ امریکہ جہاں صلہ رحمی، قرابت داری اور خونی رشتوں کا کوئی سوال نہیں، جہاں انسانی جذبہ کا پاس و لحاظ نہیں۔ نہ وہاں سینوں میں پوشیدہ اس پاک و صاف محبت کی کارفرمائی ہے جو درد کا درماں، دکھ کے لئے سکھ، مشکلوں کے لئے آسانی، پریشانیوں کے لئے راحت، غموں کے لئے سکون پیدا کرتی ہے۔ اور اپنے نرم و گداز ہاتھوں دنیا بدل دیتی ہے۔

وہ امریکہ جہاں ماؤں اور سن رسیدہ عورتوں کی کوئی عزت نہیں، جہاں والد اور بوڑھے مردوں کی کوئی گنجائش نہیں جہاں فقراء و مساکین کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو مال و دولت، طاقت و قوت کے سرچشمے سے خالی ہو چکے ہیں۔ اور امریکہ کے ان دونوں خود ساختہ خداؤں (مال و قوت) سے جدا ہو چکے ہیں۔

صرف یہ جسمانی و شہوانی قوت، قتل و غارت گری اور تہس نہس کر دینے کی طاقت کو ہی سب سے بڑا خدا جانتے ہیں اور اسی کے سامنے ہر امریکی کا سر جھکتا ہے۔ اگرچہ وہ ادب و عظمت کے ساتھ مسیحیت کا دعوے دار ہی

کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی انسان فطری طور پر یا غیر فطری طور پر، قوت و طاقت سے خالی ہو جائے تو وہ ایک امریکی کی نظر میں بے وقعت شے ہے۔ اور وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں۔ اور اس کی حیثیت خاندان میں، سوسائٹی اور قوم میں ایک بوجھ ہو کر رہ جاتی ہے۔ جو کسی قریبی فرصت میں اس سے دست بردار ہو جانا چاہتے ہیں۔ حکومت اس کو از کار رفتہ قرار دے دیتی ہے۔ قوم اس کو چھوڑ دیتی ہے۔ خاندان اس کے ساتھ تہ تیغ روئی اور قساوت قلبی سے پیش آتا ہے حتیٰ کہ اس کے بچے اور دل کے ٹکڑے بھی اس سے دب جاتے ہیں۔ اور اس کے خلاف بغاوت اور اس کے لئے موت کی تمنا کرنے لگتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات قتل ہی کر کے دم لیتے ہیں۔

ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ وہ بوڑھا ہو گیا ہے یا فقیر و مسکین ہے یا اس وجہ سے کہ وہ کسی ایسے مرض میں گرفتار ہے جس نے اس کو کھانے کمانے کا نہیں رکھا۔

یہاں تک کہ وہ مجاہدین وطن، سر دھڑ کی بازی لگانے والے جو وطن کی راہ میں کسی مصیبت میں مبتلا ہو کر معذور ہو جاتے ہیں بیوی و بیٹے بھی انہیں برداشت نہیں کرتے۔ نہ خاندان والے ہی انہیں قبول کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کی عیش پرستانہ زندگی میں حارج اور بغیر کسی محنت و کمائی کے ان کی زندگی میں شریک ہو رہے ہیں۔

اے مشرق والو! امریکی زندگی ویسی نہیں ہے جیسا کہ ہم اپنے کمزور و ناتوان، مال و دولت کے اعتبار سے تہی دامن ملک میں بیٹھ کر تصور کر رہے ہیں۔ اس کا سعادت نفسی اور راحت قلبی سے دور کا واسطہ نہیں۔ اس کا اس نے ایک دن بھی مزا نہیں چکھا۔ امریکیوں نے اس کو جنت ارضی میں تبدیل کرنا چاہا وہ ان کے لئے جہنم زار بن گئی۔ انہوں نے مکمل آزادی اور پوری چھوٹ دینی چاہی۔ لیکن یہ غلامانہ زندگی اور قید خانہ میں تبدیل ہو گئی۔

امریکہ کا قصہ اپنے اندر مختلف پہلو رکھتا ہے، میں اس آزاد مشربی کی زندگی جو ہر قید و بند سے دور ہو کی مشکلات کا تفصیلی ذکر نہیں کروں گا۔ اور ان چلتے پھرتے جمادات و پرزے جنہیں آدمی کہا جاتا ہے۔ یا شفاخانے جو پاگلوں سے پٹے پڑے ہیں۔ یا ناچ و گانوں کی عریاں محفلوں کا ذکر کرنا نہیں ہے اور ان کا ستاروں پر کمندیں ڈالنے اور اسے قابو میں کرنے کا تذکرہ بھی مقصود نہیں۔ اور نہ یہ بتانا مقصود ہے کہ عورت کس طرح کھلونا بن کر رہ گئی ہے اور کس طرح وہ سراپا کبرہ انسانی اقدار سے خالی و عاری ہو چکی ہے۔ میں تو صرف اس قدر بتانا چاہتا ہوں کہ سن رسیدہ عورتوں اور بوڑھے مردوں کی امریکی سوسائٹی میں کیا قدر و قیمت ہے اور وہ کس نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

امریکہ والوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ ایک قسم کا عذاب ہے کہ اس نے ان کے دلوں سے باپ بیٹوں اور بیٹوں اور باپ، ماں بیٹیوں، اور بیٹیوں اور ماں کی آپس کی محبت و تعلق کو نکال لیا ہے۔ اس ملک پر ایک طائرانہ نظر ہی سے بدن کانپ جاتا ہے۔ اس منظر کی ہولناکی، گراوٹ و پستی جو امریکہ کی طبیعت ثانیہ بن گئی ہے۔ اور اسے ورثہ میں ملی ہے سے آدمی سراسیمہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت سوائے جلال خداوندی، قدرت الٰہی اور علم ربانی کے آگے خاموش کھڑے

رہنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔

ولنذیقنھم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون (سجدہ ۳۱)

اور ہم ان کو قریب کا (یعنی دنیا میں آنے والا) عذاب بھی اس بڑے عذاب سے پہلے چکھا دیں گے تاکہ یہ لوگ باز آئیں۔

امریکی سوسائٹی میں بوڑھے اور بوڑھیاں قدر و منزلت کے اعتبار سے ہر مخلوق سے زیادہ ذلیل و خوار ہیں۔ حتیٰ کہ کتے اور بلیوں سے بھی گئے گذرے ہیں۔ اکرام اور ادب تو دور کی بات ہے۔ امریکی خاندان تو ایسے لوگوں کو سخت عذاب تصور کرتا ہے۔ ان کو تو عام زندگی میں شریک کرنا اور روز کے لگے بندھے نظام میں بھی ان کی شرکت گوارا نہیں۔ امریکی لوگ جانوروں (خاص طور پر اپنے کتوں) پر جو روپیہ خرچ کرتے ہیں اس کا کچھ حصہ بھی ایسے بوڑھوں کی دیکھ بھال اور ان کے ساتھ سلوک کے لئے کافی ہے۔ لیکن یہاں مال کا مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ مسئلہ اندرونی جذبہ کا ہے۔ دل کا ہے۔ وہ دل جس کے راستوں کو قساوت، نفع پرستی، خود غرضی اور مادہ پرستی نے بند کر دیا ہے۔ جہاں سے پاکیزہ جذبات، مقدس مقاصد، اعلیٰ اقدار اور بلند خیالات راہ پاتے ہیں۔ وہ دل جس کی نشو و نما کتے اور سور کی سوسائٹی اور معاشرہ میں ہوئی جس کا خمیر انہیں کتوں کی محبت پر اٹھا ہے۔ اور پھر ان میں محبت و الفت کے ایسے گہرے رشتے قائم ہو گئے ہیں جو عقل سلیم اور قیاس و گمان کی حدوں کو پار کر گئے ہیں۔ وہ اپنے کتوں کے لئے بھاری بھاری رقموں کی وصیت کرتے ہیں۔ اور بوڑھوں کو انہی کے گھروں میں چین کی زندگی نصیب نہیں۔ اور صرف اس گناہ کی پاداش میں کہ محنت و کمائی سے وہ مجبور اور صحت و جوانی کھو چکے ہیں اور اپنے (باعزت و شریف) صاحب زادوں کے دست نگر ہو گئے ہیں۔ یہ اس گری ہوئی پست سوسائٹی کا ایسا شرمناک اور تاریک پہلو ہے جس پر ہمارا مشرق ریجھا ہوا ہے۔ اور اسے آزاد سوسائٹی اور ترقی یافتہ ملک کے القاب سے یاد کرتا ہے۔ اور پھر اسے دیکھنے کی تمنا اور وہاں کی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کی آرزو اگرچہ عمر میں ایک ہی مرتبہ نصیب ہو جائے ان کے اندر انگڑائی لیتی رہتی ہے۔

اس سلسلہ میں مشہور و معروف اخبار لائف کی شہادت کافی ہے۔ جو حقیقت حال سے نقاب کشائی کرتے ہوئے سن رسیدہ لوگوں کے لئے بڑھاپے کی مشکل" کے عنوان سے یوں تحریر کرتا ہے۔ اس وقت امریکہ ایک ایسی نازک اور پیچیدہ مشکل میں گرفتار ہے جس کا حل ناممکن نظر آتا ہے۔ اور وہ سن رسیدہ مردوں و عورتوں کی مشکل ہے۔ اس لئے کہ ان کی تعداد ۱۷ ملین تک پہنچ گئی ہے۔ ان میں بیشتر ۶۵ سال کے قریب ہیں۔ اور انہیں حق رائے دہندگی بھی حاصل ہے ان میں سے بعض حضرات نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ انہیں طبی سہولتیں حکومت مفت مہیا کرے۔ لیکن ڈاکٹر بورڈ نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی ہے۔ اس طرح اس پریشانی کا شکار انگلینڈ۔ سویڈن۔ ڈنمارک جرمن اور جاپان بھی ہیں۔ اس مشکل و پریشانی کا نام Oldage Problem اور اس کے تدارک کی مختلف تدبیریں کی جا رہی ہیں ان میں سے ایک Nursing Homes کا قیام بھی ہے۔

اخبار نے بعض ایسے فوٹو بھی شائع کئے ہیں جن سے حالات کی ابتری اور سنگینی کا پتہ چلتا ہے۔ اس نے Mental Institutions کی ایک تصویر شائع کی ہے۔ جس میں چند اونگھائی ہوئی سربرہنہ عورتیں غم و افسوس کے عالم میں اپنے گھٹنوں پر سر ڈالے، کاندھوں پر بال بکھرائے بیٹھی ہیں۔ اور ان کے قریب چند عورتیں ہیں جو اپنی روزانہ کی ریاضی مشقیں کر رہی ہیں۔

ایک بڑھیا کی بھی تصویر ہے جو بستر پر پڑی، فضا میں گم صم اور کھوئی ہوئی ہے۔ اور اس کے پاس کوئی غم خوار نہیں۔

ایک دوسری عورت کی تصویر جو تقریباً ستر سال کے قریب ہوگی، شائع کی ہے۔ وہ تنہائی کی وحشت اور عزلت گزینی کی ہولناکی کی تاب نہ لاکر توازن عقل کھو بیٹھی ہے۔ اس کے پہلو میں ایک ماہر نفسیات بیٹھا اس عورت سے اسی سلسلہ میں سوالات کر رہا ہے۔

ایک تیسری تصویر Oldage Homes (بوڑھوں کی اقامت گاہیں) کی ہے جس میں چند بوڑھے مختلف کاموں میں مشغول ہیں۔ یا صحیح لفظوں میں وہ اپنی موت کے منتظر ہیں۔ وہ حسرت و یاس کے مارے، غم و اندوہ میں ڈوبے، درد و کرب سے بے چین ہو کر مختلف کاموں میں لگے ہیں اور اس طرح وہ اپنے غم غلط کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

یہ اس انسانی گندگی اور بشری آلودگی کے دلدل و کیچڑ کی صحیح اور زندہ تصویر ہے۔ جہاں صرف سکہ چلتا ہے گھٹیا جذبات کا۔ جہاں فرماں روائی ہے صرف خواہشات نفسانی کی، جہاں بولی سمجھی جاتی ہے صرف نہایت پست جذبات اور جسد فانی کی۔

کیا یہی تہذیب و ثقافت ہے؟ کیا یہی علم معرفت ہے؟ کیا یہ وہی انوکھی فطرت ہے۔ جس تک ہماری رسائی نہیں؟ ہرگز نہیں۔ یہ تو آخرت میں ہونے والے عذاب کا پیش خیمہ ہے، دنیاوی عذاب ہے یہ تو قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہے۔

نسوا اللہ فانساھم انفسھم (حشر۱۹)

انہوں نے اللہ (کے احکام) سے بے پروائی کی تو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے ان کو بے پروا بنا دیا۔

یہ اکتاہٹ اور کبیدہ خاطری ہے۔ گھٹن اور بے راہ روی ہے۔ جس کا نام ہم نے اپنے مشرق میں، حریت پسندی آزاد ملک، آزاد معاشرہ، طبیعت و فطرت اور فن رکھ لیا ہے۔

یہ ناامیدی کے کڑوے گھونٹ، حد سے زیادہ فارغ البالی، انتہا سے زیادہ بے راہ روی، اور انارکی آخری درجہ کی گراوٹ و گمراہی، اسی کو ہم نے یہاں وجودیت، انقلاب اور ترقی کا نام دے دیا ہے اور نہ جانے ان جیسے

ناموں اور نعروں کی کتنی طویل فہرست ہے جو امریکہ و فرانس سے منسلک ہیں جن پر ہمارے نوجوان اوبا۔ اس طرح نچھاور ہو رہے ہیں ۔ اور ان کا ایسا دم بھر رہے ہیں کہ جیسے وہ وحی خداوندی یا خوان آسمانی ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے باغی و سرکش بندوں کو صرف قلع قمع کر دینے والی آندھیوں، تہس نہس کر دینے والے طوفانوں ہی سے نہیں ہلاک کرتا بلکہ بسا اوقات ان کی آسائش و سامان راحت اور بیوی بچوں کو ان کے لئے دردسر اور عذاب جان بنا دیتا ہے ۔ اور مال و دولت دے کر بھی شقاوت و بدبختی لکھ دیتا ہے۔

سنستدرجهم من حيث لا يعلمون واملى لهم ان كيدى متين ٥ (قلم ۴۴، ۴۵)

ہم ان کو بتدریج جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں اور (دنیا میں عذاب نازل کرنے سے) ان کو مہلت دیتا ہوں، بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

ذرا اس تابناک روشن پہلو پر بھی نظر ڈالتے جائیے جس پر مثالی اسلامی معاشرہ قائم ہے۔

وقضى ربك الا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا اما يبلغن عندك الكبر احدهما او كلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربيانى صغيرا ربكم اعلم بما فى نفوسكم ان تكونوا صالحين فانه كان للاوابين غفورا (بنی اسرائیل ۲۳ تا ۲۵)

اور تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت نہ کرو اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو کبھی اف بھی نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا، اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔ اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا انہوں نے مجھے پالا، پرورش کیا ہے۔ تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے اگر تم سعادت مند ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے۔

بقیہ تبصرۂ کتب از ص ۶۳

میں مصروف کار ہیں۔ چھوٹے بچوں کو ایک با مقصد مجوزہ اور معین نصاب میں چلانے کا خوب تجربہ رکھتے ہیں جس کی ایک جھلک ان کی زیر تبصرہ کتاب "آسان مدنی نماز" ہے۔ جو بچوں کے ذہن کو سامنے رکھ کر سادہ اور آسان ترین اردو زبان میں لکھی گئی ہے۔ مصنف کا اس میدان میں یہ پہلا قدم ہے۔ اور نقش اول ہے۔ جو ہر لحاظ سے حوصلہ افزائی کا مستحق ہے۔ دارالعلوم کو ان سے اس سے بڑھ کر توقعات وابستہ ہیں۔

(عبدالقیوم حقانی)